Cultural Study of Mustansar Hussain Tarar's Novelette "Roop Behroop"

مستنصر حسین تارڑ کے ناولٹ "روپ بہروپ" کا تہذیبی مطالعہ

Nazia Nawaz *[1]
M.Phil Scholar, Department of Urdu, MY University, Islamabad
Dr.Aamar Iqbal *[2]
Assistant Professor, Department of Urdu, MY University, Islamabad

نازیہ نواز☆[1]
ایم فل اسکالر، شعبہ اردو، مائی یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر عامر اقبال☆[2]
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، مائی یونیورسٹی، اسلام آباد

Correspondance: umemustafa23@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 19-04-2026
Accepted:27-06-2026
Online:28-06-2026

Copyright:© 2026 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Mustainar Hussain Tarar’s novelette “Roop Behroop” (2020) presents a poignant cultural analysis of the rise and fall of the syncretic civilization of the Indian subcontinent. Through a child’s innocent perspective, Tarar beautifully depicts the shared Hindu-Muslim culture of pre-Partition era by portraying traditional havelis, ornate balconies, domestic shrines, Hindu deities, religious rituals, folk healing, kite-flying, horse-drawn carriages, and indigenous food. The narrative highlights religion as the central unifying force of this composite culture. In contrast, the latter part of the novelette exposes the cultural devastation in Pakistan caused by religious extremism and intolerance showing the systematic destruction of centuries-old heritage, decline of traditional arts, and denial of basic human dignity even in death. Ultimately “Roop Behroop” serves as a moving elegy for the lost

syncretic culture of the subcontinent, illustrating how religion, once a source of cultural unity, has become a major tool of its destruction.
KEYWORDS: Mustansar hussain Tarar, Roop Behroop, Cultural Study, Cultural Decline

انسان نے جب گروہی زندگی کا آغاز کیا تو اس نے اپنے تجربات، نظریات اور اطوار کو اگلی نسلوں تک منتقل کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کسی خطے کے مخصوص نظریات، رسوم اور اطوار اس قدر پختہ ہو گئے کہ ان سے عقائد اور سماجی ڈھانچے کی تشکیل ہونے لگی۔ یہی مرحلہ تہذیب کے جنم لینے کا مرحلہ ہے۔ اس پس منظر میں سبط حسن یوں رقمطراز ہیں:

"کسی معاشرے کی بامقصد تخلیقات اور سماجی اقدار کے نظام کو تہذیب کہتے ہیں۔ تہذیب معاشرے کی طرز زندگی اور طرز فکر و احساس کا جوہر ہوتی ہے۔"(۱)

ڈاکٹر ملک حسن اختر تہذیب کو انسانی زندگی کا ماحصل قرار دیتے ہیں۔ وہ سماجی طرز عمل کی کلی صورت کو تہذیب کا پرتو قرار دیتے ہیں۔ ان کے بقول:

"اگر ہم تہذیب کو مختصر الفاظ میں بیان کرنا چاہیں تو اسے طرز زندگی کا نام دے سکتے ہیں۔"(۲)

ادب تہذیب کا امین ہے۔ ادیب جہاں معاشرے کو درست سمت دکھانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے وہاں تہذیبی تحفظ بھی اس کی اہم ذمہ داری ہے۔ ادب کے اس تہذیبی پس منظر میں دیکھا جائے تو مستنصر حسین تارڑ کا نام موجودہ عہد کے اہم ادبا میں سر فہرست ہے۔ انھوں نے اپنے ناولوں میں پاک و ہند کی مشترکہ تہذیب کی عمدہ عکاسی کی ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر سید محمد مبشر رضا نقوی یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

"مستنصر حسین تارڑ کے ناولوں میں اس عہد کے مسائل کے ساتھ ساتھ اس خطے کی تاریخ اور تہذیب و ثقافت بھی ساتھ ساتھ چلتی ہے۔"(۳)

مستنصر حسین تارڑ کا ناولٹ "روپ بہروپ" (۲۰۲۰ء) تہذیبی عناصر کی پیشکش کا عمدہ مظہر ہے۔ اس ناولٹ میں انھوں نے تہذیب کو دو صورتوں میں پیش کیا ہے۔ ایک صورت اس عہد کے آثار پر مشتمل ہے جس میں تہذیب مشترکہ سماج

اور مذہب کو کا آئینہ دار تھی جبکہ دوسری صورت پاکستان میں تہذیبی انہدام کی صورت ہے۔ ان کے اس ناولٹ میں موجود برصغیر کی روشن تہذیب کے آثار کی بات کی جائے تو ناولٹ کے آغاز میں ہی مرکزی کردار اپنی خالی کے ساتھ جس گھر میں مقیم ہوتا ہے اس گھر کی ساخت بھی تہذیبی خدوخال کی امین ہے۔ اس پس منظر میں حافظ عبید الرحمٰن یوں لکھتے ہیں:

"ناولٹ 'روپ بہروپ' ایک ایسا فکری و تخیلاتی بیانیہ ہے جس میں مصنف نے قیامِ پاکستان کے سیاسی سماجی اور تہذیبی تناظر کو ایک بچے ساجد کی معصوم آنکھوں سے دیکھا اور دکھایا ہے۔"(۴)

برصغیر کے روایتی معاشرے میں بڑی حویلیاں ہمارا تہذیبی کی عکاس تھیں۔ ان حویلیوں کے وسط میں گھریلو مذہبی و غیر مذہبی تقاریب کے لیے ایک پختہ صحن بنایا جاتا تھا جبکہ چاروں طرف پردہ داری کو ملحوظ رکھتے ہوئے برامدے دار دو منزلہ یا سہ منزلہ کمرے ہوا کرتے تھے۔ حویلی کی یہی صورت حال ہمیں "روپ بہروپ" میں بھی دکھائی دیتی ہے۔ اس پس منظر میں "روپ بہروپ" سے ایک اقتباس دیکھیے:

"ایک چپ کا روزہ رکھے ہوئے محلہ تھا جس میں ایک حویلی نما، زرد رنگ کا سہ منزلہ مکان تھا جس کے درمیان میں ایک کھلے آسمان والا صحن تھا۔"(۵)

اسی طرح ایک اور جگہ پر انھوں نے منقش بالکونیوں، بازار میں کھلنے والے جھروکوں اور اور پردے اہتمام کے لیے کرائی جانے والی چکوں کی یوں تصویر کشی کرتے ہیں:

"میں لاہور میں رہتا تھا، ایک ایسے قدیم گھر میں جس کی تین منزلیں سب کی سب بازار میں کھلتی تھیں۔ بازار سے نظر کیجیے تو وہ گھر لکڑی سے تراشیدہ منقش بالکونیوں سے ڈھکا نظر آتا تھا اور درمیانی منزل پر ایک جھروکا بازار میں اڈتا تھا۔ پردے کا خاص اہتمام تھا۔ بالکونیوں اور اس جھروکے کی محرابی بناوٹ پر بانس کی چکیں گری ہوتی تھیں۔"(۶)

"روپ بہروپ" میں عمارتوں کی صورت حال کچھ اس لیے بھی تہذیبی خدوخال لیے ہوئے ہے کہ مستنصر حسین تارڑ نے اس عمارتوں کے مذہبی عناصر کو بطور خاص موضوع بنایا ہے۔ اس پس منظر میں وہ خالہ کے گھر کا یوں نقشہ کھینچتے ہیں:

"دروازے کے اندر ایک مختصر سی نیم تاریک کوٹھڑی بمشکل سجھائی دیتی تھی، یہ ایک گھریلو مندر تھا، نانک شاہی سرخ اینٹوں کی دیوار کی شکستگی میں نصب کچھ طاقچے تھے جن کی محرابیں ان دیوں کے دھوئیں کی کالک زدگی میں تھیں جو کبھی اس مندر میں جلا کرتے تھے۔ دیوں میں سے رستے تیل کی چکناہٹ طاقچوں میں سے بہتی حنوط ہو چکی تھی۔"(۷)

انھوں برصغیر کی مشترکہ تہذیب کے ہندوانہ عناصر کی نشاندہی کی ہے کہ کس طرح مذہب کو اس خطے کی تہذیب میں مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ یہ خطہ اگر مختلف مذاہب کے پیروکاروں کا مسکن ہے لیکن یہاں ہر کوئی اپنی شناخت کے اظہار میں آزاد تھا۔ یہی وجہ ہے کہ گھر کے اندر سے لے کر سماج کے ہر حصے میں مذہبی عناصر جلوہ گر تھے۔ "روپ بہروپ" میں انھوں نے گھر میں ہندو دیوی "درگا" کی عکاسی یوں کی ہے:

" اس کی تیز کرنیں نیم تاریکی میں بیکار پڑی اونگھتی درگا ماتا کے مہربان اور حسن آثار مجسمے کو یوں روشن کر دیتیں کہ دیوی کے گلے میں، بازوؤں اور کانوں میں جتنے بھی پتھر کے گہنے سجے ہوتے، سب کے سب دمک اٹھتے۔"
(۸)

اسی طرح مذہب کی تہذیبی مرکزیت کا اظہار اس بات سے بھی بخوبی ہوتا ہے کہ برصغیر میں مذہبی علامتیں صرف عبادت گاہوں تک محدود نہیں تھیں بلکہ روزمرہ کے استعمال کی اشیا کر بھی مذہبی علامتوں سے مزین کیا جاتا تھا۔ اس پس منظر میں مستنصر حسین تارڑ ایک پلنگ کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

"ان دوپہروں میں خالہ امی اسے کھانا کھلا کر، خود کھا کر حویلی کے سب سے وسیع اور سب سے تاریک کمرے میں بچھے ایک نواری پلنگ پر دراز ہو جاتیں جس کے دبیز پائے رنگ رنگیلڑے تھے۔ یہ پلنگ بھی ان کا اپنا نہ تھا، مال غنیمت کے طور پر ان کی ملکیت میں آ گیا تھا۔ پلنگ کی پشتی چوکھٹ میں کھدرے نقش و نگار کے درمیان میں گینش مہاراج کی ایک شبیہ تھی۔"(۹)

برصغیر کی تہذیب میں مذہبی نذرانے دینے کا چلن نہ صرف عام ہے بلکہ مختلف عقائد کے درمیان یکساں مقبولیت کا حامل ہے۔ مستنصر حسین تارڑ نے پاک و ہند کے اس تہذیبی عنصر کی عکاسی یوں کی ہے:

"اب ان پتھر چہروں پر شکایتیں بہت تھیں، الزام بہت تھے کہ اتنے برس
بیت گئے، ہمارے چرنوں میں نہ کوئی گیندے کے پھول، نہ چاول اور دال کا
بکھراؤ اور نہ ہی کوئی دیپ جلا۔"(۱۰)

مستنصر حسین تارڑ نے "روپ بہروپ" میں مذہبی عقائد سے جڑے ہوئے علاج معالجے کے طریقوں کو بھی موضوع بنایا ہے۔ انھوں نے اپنے ناولٹ میں یہ دکھایا ہے کہ کس طرح برصغیر کی تہذیب میں علاج کے روایتی طریقے بھی عقائد کی بنیاد پر ہی نسل در نسل منتقل ہوتے ہوئے وسیع تر عوامی مقبولیت کے حامل ہوتے تھے۔ اس پس منظر میں ناولٹ سے ایک اقتباس دیکھیے:

"ان زمانوں میں ہندوستان بھر میں لاہور کے سیتلا مندر کی درگا دیوی چیچک
کے قریب المرگ مریضوں کی گویا ایک حکیم حاذق تھی اور کہا جاتا ہے کہ
ان کے چرن چھونے والے کے چیچک کے دانے یوں مدھم ہوتے جاتے تھے
جیسے سپیدہ سحر کے ساتھ تارے مدھم ہوتے جاتے ہیں۔"(۱۱)

مستنصر حسین تارڑ نے اپنے اس ناولٹ میں پاکستانی شہری علاقوں کی ہندو مسلم تہذیب کو منعکس کرنے کے ساتھ ساتھ پاکستانی سماج کی نظریاتی بنیادوں کو بھی موضوع بنایا ہے۔ وہ تہذیبی دلکشی کی تصویریں پیش کرتے وقت رسوم و رواج اور عقائد کے ساتھ ساتھ مقامی جغرافیے اور پرندوں ("روپ بہروپ" میں گدھوں) کا تذکرہ بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ اس پس منظر میں ڈاکٹر ناصر عباس نیر یوں لکھتے ہیں:

"It is also true that Tarar has captured not only the cultural and geographical beauty of Pakistan, and also its socio-political inequalities and ideological contradictions, and the agonies and the ecstasies of its masses, but also that his fictional world has larger spaces for other species, especially for birds.(۱۲)"

"روپ بہروپ" میں مستنصر حسین تارڑ نے برصغیر کی ہندو تہذیب کے ساتھ ساتھ مسلم تہذیب کے خدوخال کی بھی عکاسی کی ہے۔ ناولٹ میں خالہ کا کردار اسی تہذیبی عنصر کی نمائندگی کرتا ہے۔ وہ چونکہ ایک ایسے گھر میں مقیم ہوتی ہے جو

تقسیم ہند سے قبل ایک ہندو گھرانے کی ملکیت تھا اس لیے اسے یہ فکر لاحق تھی کہ ہندو بد روحیں اب بھی اس حویلی میں رہائش پذیر ہیں جنھیں نکالنے کے لیے وہ قرآنی خوانی کراتی ہے۔ مستنصر حسین تارڑ نے مسلم معاشرے کا یہ تہذیبی عنصر یوں پیش کیا ہے:

"انھوں نے متعدد بار نزدیکی مسجد کے ہزارہ کے مولوی صاحب کو ان بچوں کے ہمراہ جو ان کے مدرسے میں رحل پر رکھے قرآن پاک حفظ کرنے کی کوشش میں جھومتے رہتے تھے، گھر میں مدعو کیا، پلاؤ اور زردے کے دیگیں چڑھا کر، سرخ اینٹوں والے صحن میں سفید چادریں بچھا کر قرآن پاک کا ورد کرایا، بلند آواز میں تاکہ وہ بت پرست روحیں دفع ہو جائیں۔"(۱۳)

اسی طرح ان بت پرست بدروحوں کو بے دخل کرنے کے لیے وہ ایک اور مقام پہ مذہبی طبقہ کے لوگوں کو نذرانے دیتی ہیں تاکہ ان مذہبی لوگوں کی روحانی طاقت ان بدروحوں کو حویلی سے بے دخل کرنے میں معاون ثابت ہو۔ اس پس منظر میں "روپ بہروپ" سے ایک اقتباس دیکھیے:

"انھوں نے ایک مرتبہ پھر انہی مقامی مولوی صاحب سے رجوع کیا کہ حضور پلیز آیئے، براہ کرم قدم رنجہ فرمایئے اور اپنے زہد اور عبادت کے تکبر کو برائے کار لا کر مجھے میرے گھر میں مقیم اس کوش شکل در گا آفت سے نجات دلوایئے، کوئی دم درود پھونکئے تاکہ میرا الاٹ شدہ گھر اس بت کی نجاست سے پاک ہو جائے۔۔۔ میرا یہ کام کر دیں، میں وعدہ کرتی ہوں کہ کچھ نذرانہ پیش کرنے کے علاوہ ہر جمعرات دیسی گھی میں نچڑتے حلوے کے علاوہ، کچھ بھنا ہوا گوشت جب تک دم میں دم رہا بھجواتی رہوں گی۔"(۱۴)

"روپ بہروپ" میں قرآن پاک کی قدیم کا ضعیف نسخوں کو دریا میں بہا دینے کا منظر بھی بیان کیا گیا ہے۔ یہ مسلم تہذیب کا ایک درخشاں عنصر ہے کہ مذہبی تحریروں کا احترام ہر حال میں ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اس لیے لوگ قدیم اور بوسیدہ نسخوں کو دریا کے بہتے پانی میں بہا دیتے تھے۔ ناولٹ میں اس تہذیبی عنصر کی عکاسی یوں کی گئی ہے:

"اب ان بوسیدہ ہو چکے قرآنی اوراق کو کیسے رخصت کیا جائے یوں کہ ان کی تحریم میں کچھ فرق نہ آئے تو لوگ صبح سویرے ان قدیم اوراق کو راوی کے پانیوں کے سپرد کر دیتے۔"(۱۵)

اسی طرح انھوں نے مسلم تہذیب میں صدقہ دینے کے چلن کو بھی موضوع بنایا ہے۔ صدقہ دینا مسلم معاشرے میں اوائل اسلام سے ہی جاری ہے۔ لوگ اپنی تکالیف کے ازالے اور مستقبل کے مصائب سے بچنے کے لیے جہاں غربا کو صدقہ دیتے ہیں وہاں پرندوں اور جانوروں کو بھی دالیں اور گوشت صدقہ کیا جاتا ہے۔ "روپ بہروپ" میں مستنصر حسین تارڑ نے راوی کے پل پہ صدقہ دینے کی اسی روایت کی عکاسی کی ہے۔ اس پس منظر میں ناولٹ سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> "شہر کی نہر کنارے، راوی کنارے، درجنوں شہری پلاسٹک کے بیگز میں بند گوشت برائے صدقہ و خیرات برائے چیلاں اور دیگر پرندہ جات فروخت کرتے نظر آتے ہیں اور اہل نظر انھیں خرید کر اپنی بلائیں ٹالنے کی خاطر چیلوں کی چونچوں کی دعوت کرتے ہیں۔"(١٦)

برصغیر کی تہذیب کے ان مذہبی عناصر کے ساتھ ساتھ مستنصر حسین تارڑ نے برصغیر کی سماجی تہذیب کو بھی موضوع بنایا ہے جس کا تعلق مذہب کی بجائے رہن سہن کے طریقوں اور سماجی روایات سے ہے۔ اس پس منظر میں انھوں نے ناولٹ کے ابتدائی حصے میں نہ صرف دریا اور کشتی کے تہذیبی عنصر کو موضوع بنایا ہے بلکہ شادی بیاہ کے مواقع پہ مستعمل ڈولی اور ان کو اٹھانے والے کہاروں کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اس حوالے سے ایک اقتباس دیکھیے:

> "گویا وہ ایک دریا کنارے منتظر ہیں کہ کب ایک کشتی آئے اور اس پار لے جائے۔۔۔ وہ رخصت ہوا چاہتے ہیں ایک ایسی ڈولی میں سوار ہو کر جس کے کہاروں کے چہرے قبر کے اندھیروں ایسے ہیں، ایسے، ایک کشتی، ایک ڈولی کے منتظر لوگ، رخش عمر سمیت ابھی گرے کہ ابھی گرے۔"(١٧)

برصغیر پاک و ہند کی علاقائی تہذیبی عناصر میں پتنگیں اڑانے کا عنصر نہایت مقبول رہا ہے۔ یہ تہذیبی عنصر کسی خاص طبقے، گروہ یا مذہب کی نمائندگی نہیں کرتا تھا بلکہ اسے لاہور، دہلی، لکھنو اور امرتسر میں وسیع تر عوامی مقبولیت حاصل تھی۔ مستنصر حسین تارڑ نے "روپ بہروپ" میں اس علاقائی تہذیبی عنصر کو لاہور کے پس منظر میں یوں بیان کیا ہے:

> "ان زمانوں کے بچوں کے کچے خون میں پتنگ بازی کے جرثومے تیرتے پھرتے تھے۔ اسے یہ شہر اس لیے بھی ناپسند تھا کہ یہاں کا آسمان بنجر تھا جس میں کسی بھی رنگین گڈی یا کو لہے مٹکاتی پتنگ کا پھول نہ کھلتا تھا۔ جبکہ

لاہور کا آسمان ان دنوں پتنگوں، گڈوں اور گڈیوں کی رنگا رنگ تتلیوں سے
باغ و بہار ہو جاتا تھا۔"(۱۸)

برصغیر کی تہذیب میں تانگے کا عنصر کئی صدیوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ بادشاہ سے لے کر عام آدمی کا سفر بیل گاڑیوں اور تانگوں کے ذریعے ہی ہوتا تھا۔ امرا کے تانگے انواع و اقسام کے موتیوں اور شیشوں سے مزین ہوتے تھے جبکہ عام آدمی سادہ تانگوں میں ہی محو سفر ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر کی تہذیب میں تانگے کے عنصر کو منہا کرنا بعید از قیاس ہے۔ مستنصر حسین تارڑ اس تہذیبی عنصر کو "روپ بہروپ" میں یوں پیش کرتے ہیں:

"چنانچہ میں اس کرفیو زدہ دھوپ بھری ویرانی میں تنہا چلتا چلا جاتا تھا۔ ہاں
کبھی کبھار کوئی ایک چرخ چوں کرتا ڈھیلا تانگہ گزر جاتا، جس کے آگے
بندھا مریل بھی اور بیزار بھی کسی حد تک ایک گھوڑا، جس کی ہانپتی پیاسی
زبان باچھوں میں سے لٹکی ہوئی، اپنے ہی تارکول کی سڑک پر حرکت کرتے
سائے میں بیٹھنے کی آرزو کرتا۔"(۱۹)

"روپ بہروپ" میں ہمیں برصغیر کے روایتی کھانوں کا عکس بھی ملتا ہے۔ اس حوالے سے انھوں نے خاص طور پراٹھے، دیسی گھی اور برصغیر کے سماج سے تعلق رکھنے والے عام و خواص میں مقبول روایتی کھانوں کا تذکرہ کیا ہے۔ برصغیر کی تہذیب کے اس عنصر کی عکاسی کرتے ہوئے مستنصر حسین تارڑ یوں لکھتے ہیں:

"خالہ امی مٹی کے سلگتے چولہے پر دھرے توے پر سویر کے پہلے پراٹھے کے
سرخ ہوتے پہلو کو بدلتی تھیں، کہ جل اٹھتا ہے یہ پہلو تو، پچھلی کی ٹھنڈی ہو
چکی چنے کی دال کو جب اس نے ابھی تک دیسی گھی میں سلگتے پراٹھے کے لقمے
میں سمیٹ کر منہ میں ڈالا تو اس کے ذائقے سے پچھلی رات کے سب
ہولناک خواب کافور ہو گئے۔"(۲۰)

برصغیر پاک و ہند کے مختلف علاقوں کا لباس کچھ حد تک ایک دوسرے سے مختلف ہے لیکن بحیثیت مجموعی اس خطے کا لباس کا مجموعی پس منظر کا حامل ہے۔ روایتی طور پر یہاں مردوں اور عورتوں کے ہاں شلوار قمیص ہی مقبول ہے۔ البتہ عورتوں دوپٹہ کا استعمال کرتی ہیں جبکہ شلوار قمیص کے علاوہ ساڑھی کا استعمال بھی عام ہے۔ اسی طرح کچھ علاقوں خاص طور پر دیہی معاشرے میں شلوار کی بجائے دھوتی پہننے کا چلن بھی عام ہے۔ مستنصر حسین تارڑ نے "روپ بہروپ" میں دھوتی کے

ساتھ ساتھ اس خطے کے تہذیبی لباس یعنی شلوار قمیص کی عکاسی بھی کی ہے۔ ناولٹ میں مشال خان کے لباس کا حوالہ دیتے ہیں وہ یوں لکھتے ہیں:

"بند دروازے کی کھونٹی سے لٹکتی ملیشیا کی شلوار بڑے گھیرے والی اور قمیص۔۔۔ اور بھورے رنگ کی چارسدہ کی پشاوری چپل، بستر پر سلوٹوں بھری چادر، یہ سب کچھ اسے یوں شفاف نظر آرہا تھا جیسے وہ خود اس کمرے میں موجود ہو۔"(۲۱)

"روپ بہروپ" کے دوسرے نصف میں مستنصر حسین تارڑ نے ثقافتی ویرانے اور تہذیبی انہدام کو موضوع بنایا ہے۔ انھوں نے دکھایا ہے کہ کس طرح مذہبی شدت پسندی اور عدم براشت نے سماج میں ہر مقام پر وحدت کو پاش پاش کر دیا ہے۔ اس حوالے سے حافظ عبید الرحمٰن یوں رقمطراز ہیں:

"یہ ایک ادبی و فکری دستاویز بھی ہے جو انسان کی تہذیبی تشکیل اور اس کی شکست دونوں کو ایک جمالیاتی سانچے میں ڈھالتی ہے۔"(۲۲)

"روپ بہروپ" میں مستنصر حسین تارڑ نے دکھایا ہے کہ پاکستان میں مفاد پرست لوگوں نے مذہبی لبادہ اوڑھ کر اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے سماجی وحدت کو پاش پاش تو کیا ہی ساتھ ساتھ انھوں نے صدیوں کی تہذیب کے خوشنما محل کو بھی زمین بوس کر دیا ہے۔ ناولٹ میں روپ بہروپ کی دکان کا بوڑھا مالک نسیم اللہ جان اس تہذیبی زوال کا نوحہ ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"تمھارے پاکستان نے مجھے تو اجاڑ دیا۔ میں کیسے اس ویرانی کا کشٹ کاٹوں۔ جانتا ہوں کہ اب یہاں کوئی نہیں کوئی نہیں آئے گا کہ جو مال میں بیچتا ہوں اس کے خریدار ہی نہیں رہے۔ سب کچھ ممنوع اور حرام قرار دیا جا چکا ہے تو میں اس ثقافتی ویرانے میں خود کو مشغول رکھتا ہوں۔"(۲۳)

اسی طرح انھوں نے پنجاب کی تہذیب میں داستان گوئی کے زوال پذیر عنصر کی نشاندہی بھی کی ہے جسے عہد جدید کے برقی ذرائع ابلاغ نے ہمیشہ کے لیے متروک کر دیا ہے۔ "روپ بہروپ" میں اس تہذیبی عنصر کے زوال کا قصہ یوں بیان کیا گیا ہے:

"یہ قصہ ان زمانوں کا ہے جب پنجابی زبان کی ہزاروں برس سے منتقل ہونے والی عظیم داستان گوئی اپنے آخری سانس لے رہی تھی۔ گاؤں کی چوپالوں میں داستان گو حقے کے کش لگاتے کسانوں کو اپنی چرب زبانی اور یاداشت کے معجزے دکھاتے۔۔۔۔پھر داستان گوئی کا کسب ریڈیو اور فلم نے ہتھیا لیا ۔۔۔گویا زمانہ جاہلیت کی مانند پنجابیوں نے بھی اپنی "بیٹی" کو دفن کر دیا تو یوں پنجاب کے داستان گو بھی اس کے ساتھ ہی دفن ہو گئے۔"(۲۴)

تہذیبی انہدام کی یہی صورت "روپ بہروپ" میں اس وقت بھی نظر آتی ہے جب مسلمان ایک مقتول مسلمان مشال خان کو مرتد قرار دے کر قبرستان میں دفن نہیں کرنے دیتے۔ جب ایک مذہب کے لوگ دوسرے مذہب کے لوگوں، ان کے بچوں، حتیٰ کہ ان کی عبادت گاہوں کو نذر آتش کر دیتے ہیں، جب روپ بہروپ کی دکان کے مالک نسیم اللہ جان کو، جو خود کئی تہذیبوں کا امین ہوتا ہے، اسی تہذیب کے تباہ حال لوگ، تہذیب کا غدار قرار دے کر قبرستان سے باہر کوڑے کے ڈھیر میں دفن کر دیتے ہیں۔

"چنانچہ مجبوراً موہن پورہ قبرستان سے متصل جو کوڑے کے ڈھیر تھے جہاں شہر بھر کے متروک شدہ خداؤں کے بت پھینکے جاتے تھے، اسے بھی وہیں اس سیاہ تابوت میں دبا دیا گیا۔"(۲۵)

مجموعی طور پر "روپ بہروپ" برصغیر کی تباہ ہوتی ہوئی تہذیب کا نوحہ ہے۔ مصنف نے اس ناولٹ کی ابتدا میں اس عظیم تہذیب کو چیدہ چیدہ خدوخال بیان کیے ہیں جنھیں ناولٹ کے دوست نصف میں مذہب اور جدیدیت کے نام پہ تباہ و برباد ہوتا دکھایا گیا ہے۔ اس ناولٹ میں انھوں نے اس بات کو بھی عیاں کیا ہے کہ جہاں تہذیبی تشکیل میں مذہب نے اہم کردار ادا کیا تھا وہاں پاکستان میں یہی مذہب ہی اس تہذیب کے انہدام کا آلہ کار بن رہا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سبط حسن، پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، کراچی: مکتبہ دانیال، 1989ء، ص:13

۲۔ ملک حسن اختر، ڈاکٹر، تہذیب و تحقیق، لاہور: یونیورسل بک ڈپو، لاہور، 1985ء، ص:31

۳۔ محمد مبشر رضا نقوی، ڈاکٹر، مستنصر حسین تارڑ کے ناولوں میں دریاؤں کی تہذیب و معاشرت، مشمولہ، متن، شعبہ اردو، اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور، جلد نمبر ۳، شمارہ نمبر ۲ (جولائی تا دسمبر)، ۲۰۲۲ء، ص:۱۵۲

۴۔ عبید الرحمٰن، حافظ، مستنصر حسین تارڑ کے ناول "روپ بہروپ" اور "خالی شہر، کوچہ شہر" کا موضوعاتی مطالعہ، مشمولہ، الآثار (سہ ماہی)، جلد نمبر ۲، شمارہ نمبر ۲، ۲۰۲۵ء، ص:۳۴

۵۔ مستنصر حسین تارڑ، روپ بہروپ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۲۰ء، ص:۵۷

۶۔ ایضاً، ص:۶۶

۷۔ ایضاً، ص:۵۸

۸۔ ایضاً، ص:۵۹

۹۔ ایضاً، ص:۷۵

۱۰۔ ایضاً، ص:۶۱

۱۱۔ ایضاً، ص:۸۱

۱۲۔ https://www.dawn.com/news/1816948

۱۳۔ مستنصر حسین تارڑ، روپ بہروپ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۲۰ء، ص:۵۸

۱۴۔ ایضاً، ص:۶۰۔۶۱

۱۵۔ ایضاً، ص:۱۱۰

۱۶۔ ایضاً، ص:۱۴۲

۱۷۔ ایضاً، ص:۵۶

۱۸۔ ایضاً، ص:۷۳

۱۹۔ ایضاً، ص:۷۶

۲۰۔ ایضاً، ص:۱۱۷

۲۱۔ ایضاً، ص:۱۲۷

۲۲۔ عبید الرحمٰن، حافظ، مستنصر حسین تارڑ کے ناول "روپ بہروپ" اور "خالی شہر، کوچہ شہر" کا موضوعاتی مطالعہ، مشمولہ، الآثار (سہ ماہی)، جلد نمبر ۲، شمارہ نمبر ۲، ۲۰۲۵ء، ص:۳۴

۲۳۔ مستنصر حسین تارڑ، روپ بہروپ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۲۰ء، ص:۱۰۰

۲۴۔ ایضاً، ص:۱۶۹۔۱۷۰

۲۵۔ ایضاً، ص:۱۶۳

References:

1. Sibt-e-Hassan, Pakistan Mein Tehzeeb Ka Irtiqa, Karachi: Maktaba-e-Danial, 1989, P. 13
2. Malik Hassan Akhtar, Doctor, Tehzeeb-o-Tehqeeq, Lahore: Universal Book Depot, Lahore, 1985, P. 31
3. Muhammad Mubashir Raza Naqvi, Doctor, Mustansar Hussain Tarar Ke Novelon Mein Daryaon Ki Tehzeeb-o-Maashrat, Mashmoola, Matn, Shoaba-e-Urdu, Islamia University Bahawalpur, Jild No. 3, Shumara No. 2 (July ta December), 2022, P. 152
4. Ubaid-ur-Rehman, Hafiz, Mustansar Hussain Tarar Ke Novel "Roop Bahroop" Aur "Khali Shehar, Koocha-e-Shehar" Ka Mauzooati Mutala, Mashmoola, Al-Aasaar (Seh-Mahi), Jild No. 2, Shumara No. 2, 2025, P. 34
5. Mustansar Hussain Tarar, Roop Bahroop, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2020, P. 57
6. Ibid, P. 66
7. Ibid, P. 58
8. Ibid, P. 59
9. Ibid, P. 75
10. Ibid, P. 61
11. Ibid, P. 81
12. https://www.dawn.com/news/1816948
13. Mustansar Hussain Tarar, Roop Bahroop, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2020, P. 58
14. Ibid, P. 60-61
15. Ibid, P. 110
16. Ibid, P. 142
17. Ibid, P. 56
18. Ibid, P. 73
19. Ibid, P. 76
20. Ibid, P. 117
21. Ibid, P. 127

22. Ubaid-ur-Rehman, Hafiz, Mustansar Hussain Tarar Ke Novel "Roop Bahroop" Aur "Khali Shehar, Koocha-e-Shehar" Ka Mauzooati Mutala, Mashmoola, Al-Aasaar (Seh-Mahi), Jild No. 2, Shumara No. 2, 2025, P. 34
23. Mustansar Hussain Tarar, Roop Bahroop, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2020, P. 100
24. Ibid, P. 169-170
25. Ibid, P. 163